خطیب پاکستان
مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

عبدالمالک مجاہد (ریاض)

۶ اگست کو رات کے ۹ بجنے والے تھے کہ میرے موبائل کی گھنٹی بجی۔ پاکستان سے ایک دوست فون پر تھے۔ کم و بیش ایک گھنٹہ ہوا ہے' شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوری اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

فون بند ہو گیا اور میں کتنی ہی دیر تک سوچ کے سمندر میں ڈوبا رہا۔ بعض احباب کو مولانا کی رحلت کی اطلاع دی اور پھر میں قلم کاغذ لے کر بیٹھ گیا۔ اپنے خیالات کو مجتمع کر کے اپنے دلی احساسات کا اظہار کر رہا ہوں۔

میں اس بات کا دعویدار نہیں کہ میں مولانا محمد حسین شیخوپوری کو بہت قریب سے جانتا ہوں۔ لیکن مجھے اب بھی یاد ہے کہ میرا ان سے پہلا تعارف کب اور کہاں ہوا۔ یہ ۱۹۶۴ء کی بات ہے' میں چوتھی کلاس کا طالب علم تھا۔ حافظ آباد کے سرکاری پڑاؤ میں ایک بہت بڑی کانفرنس ہوئی۔ مولانا محمد یحییٰ حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت اور قیادت میں مسجد کے باہر پڑاؤ میں بہت ساری خلقت جمع تھی۔ آنکھوں کے سامنے آج بھی اس کا سٹیج نظر آ رہا ہے۔ مولانا عبدالغنی شاہ صاحب کامونکی والے اور مولانا محمد حسین شیخوپوری مقرر تھے۔ اس وقت ان کا عین جوانی کا دور تھا۔ لمبا قد' خوبصورت کالی داڑھی' سر پر کلے دار پگڑی باندھے جب شیخوپوری صاحب تقریر کیلئے کھڑے ہوئے اور خطبہ شروع کیا تو ایک سماں بندھ گیا۔ قرآن پاک کی تلاوت کی تو دلوں میں اتر گئی۔ اس کے بعد نجانے کتنے ہی جلسے اور تقاریر ہیں' جن میں میں نے شرکت کی۔ مسلک اہل حدیث کی جس انداز میں انہوں نے خدمت کی اور قریہ قریہ بستی بستی جس طرح انہوں نے کتاب و سنت کی دعوت کو پھیلایا' اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

انہوں نے جس دور میں تبلیغ کا آغاز کیا' وطن عزیز میں مسلک اہل حدیث ابھی اتنا عام نہیں ہوا تھا' نہ ہی زیادہ ذرائع اور وسائل تھے کہ کاروں پر سفر ہوتا۔ زیادہ تر سفر تانگوں پر ہوتا' دور دراز علاقوں میں ریل گاڑیوں پر جاتے' مگر آج سے پچاس سال پہلے سفر بہت دشوار تھا۔ گاڑیاں عموماً لیٹ ہوتیں' ویسے بھی کم تھیں' مگر ہمارے علماء کی یہ خوبی رہی کہ حالات اور ذرائع جیسے بھی ہوئے' انہوں نے دعوت دین کا فریضہ مسلسل سرانجام دیا۔ وہ پنجابی زبان کے بے مثال مقرر تھے۔ قرآن پاک پڑھتے تو وجد طاری ہو جاتا۔ انہوں نے دیہاتی زبان میں بڑے میٹھے اور پیارے انداز میں توحید کی شمع کو روشن کیا۔ وہ خطاب کرنے کیلئے آتے تو سناٹا چھا جاتا اور پھر شیخ القرآن ہوتے' ان کی میٹھی اور خوبصورت ترنم سے لبریز آواز ہوتی۔ پنجابی' اردو کے برمحل اشعار پڑھتے۔ مناسب انداز میں لوگوں کو ہنساتے' کبھی لطیفے بیان ہوتے اور اچانک ہنستے ہنستے لوگوں کو جب قرآن سناتے' اس کا ترجمہ کرتے تو کتنی ہی آنکھوں میں آنسو آ جاتے۔ مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی کے ساتھ ان کی جوڑی خوب بجتی تھی۔ اکثر اوقات اکٹھے تقریر کیلئے جاتے اور علاقے کے لوگوں کی پیاس بجھاتے۔

میں اکثر سوچتا ہوں کہ اس مسلک حقہ کیلئے ہمارے علمائے کرام نے کتنی قربانیاں دی ہیں۔ وہ دور دراز علاقوں میں پہنچے۔ پنجاب کا کوئی علاقہ ایسا نہیں' جہاں ان کی آواز نہ گونجی ہو۔ ان کو ان کے چاہنے والوں نے خطیب پاکستان کا خطاب دے رکھا تھا۔ بلاشبہ یہ خطاب حق و صداقت اور استحقاق پر مبنی تھا' وہ فن خطابت کے شہسوار تھے۔ وہ بڑی سے بڑی بات نہایت سادہ پیرائے میں بیان کر دیتے تھے۔ مختلف واقعات اور مثالوں کو مزے لے لے کر سامنے بیان کرتے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کتنے ہی لوگ ان کی تقاریر اور دروس سے متاثر ہو کر اس دعوت حقہ سے روشناس ہوئے اور کتاب و سنت کے مسلک کو پھیلایا۔ بلاشبہ وہ مسلک اہل حدیث کے حقیقی ترجمان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت اور دانائی سے خوب نوازا تھا۔ سٹیج پر آتے تو نہایت دلنشیں انداز میں مسائل بیان کرتے۔ مخالف فرقے کے لوگوں کو بھی مخاطب کرتے اور اس اعلیٰ انداز میں انہیں بات سمجھاتے کہ لوگ عش عش کر اٹھتے۔ ان کی وفات سے خطابت و دعوت کے ایک عہد کا خاتمہ ہو گیا۔ مسلک اہل حدیث کو بلاشبہ ایسا مقرر اور داعی رہنما بہت مشکل سے میسر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔

وہ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ میں ۸ جولائی سے ۱۸ جولائی تک پاکستان میں تھا۔ غالباً ۱۴ جولائی کی بات ہے۔ مرکزی دفتر میں پروفیسر ساجد میر صاحب تشریف فرما تھے۔ میں نے فون کیا تو فرمانے لگے کہ جلدی سے آ جائیں' کیونکہ مجھے ابھی ابھی شیخوپورہ جانا ہے۔ میں نے پوچھا کوئی پروگرام ہے۔ انہوں نے کہا جماعت کے سرپرست اعلیٰ کا حکم آیا ہے کہ میں شیخوپورہ پہنچوں۔

چنانچہ پروفیسر صاحب شام کے وقت شیخوپورہ روانہ ہو گئے۔ اگلا دن ۱۵ جولائی جمعہ کا دن تھا۔ اس روز شیخوپورہ کے نواحی گاؤں میں انہیں ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھنا تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ حضرت مولانا شیخوپوری بھی تشریف لائے ہوں گے۔ ہم لوگ لاہور سے نکلتے نکلتے لیٹ ہو گئے' مگر جب احباب نے بتایا کہ مولانا شیخوپوری بھی تشریف لائے ہوئے ہیں اور منتظر ہیں۔ تو پھر میں نے عزیزی عکاشہ مجاہد سے کہا کہ گاڑی تیز بھگاؤ' اتنی بڑی شخصیت وہاں موجود ہیں اور ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔ ہم کم و بیش ساڑھے دس بجے وہاں پہنچے۔ مولانا وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ گاؤں کے لوگ خاصی بڑی تعداد میں جمع تھے۔ وہ اپنے بیٹے کے ہاتھ کا سہارا لیتے ہوئے تشریف لائے۔ میں نے آگے بڑھ

باقی: صفحہ 42 پر